Online Edition

ہفتہ 22 اگست 2020ء | 03 محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:199

فرمانِ رسول ﷺ

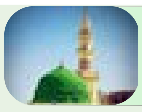

حضرت صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا تمام معاملہ خیر پر مشتمل ہے اور یہ مقام صرف مومن کو حاصل ہے اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو یہ اس پر شکر بجالاتا ہے، الحمد للہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو یہ امر اس کے لئے خیر کا موجب ہوتا ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ صبر کرتا ہے تو یہ امر بھی اس کے لئے خیر کا موجب بن جاتا ہے۔

(مسلم کتاب الزھد باب المؤمن امرہ کلہ خیر)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، بے چینی، تکلیف اور غم پہنچتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کو کوئی کانٹا بھی لگتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی بعض خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

(بخاری کتاب المرضی باب ما جاء فی کفارۃ المرض)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

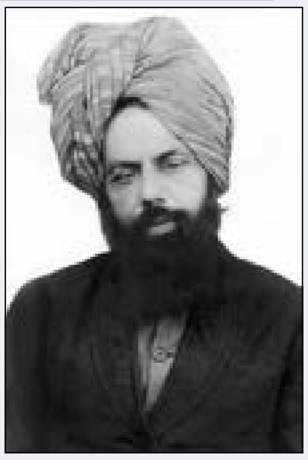

جماعت پر مصائب کی حقیقت

ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت ﷺ کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار، اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بہن بھائی مخالف ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو، ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئے اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقع ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو، پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء اور رُسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو، تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے۔ ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگا یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو، بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش سے مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو خود اسے شرم آ جاتی ہے۔ اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸۔ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

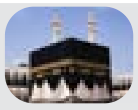

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

(البقرہ: ۱۵۴)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’صبر ایک ایسا خلق ہے، اگر کسی میں پیدا ہو جائے یعنی اس طرح پیدا ہو جائے جو اس کا حق ہے تو انسان کی ذاتی زندگی میں بھی اور جماعتی زندگی میں بھی ایک انقلاب آ جاتا ہے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ صبر کرنے کا حق کس طرح ادا ہو؟ اس کو آزمانے کے لئے ہر روز انسان کو کوئی نہ کوئی موقع ملتا رہتا ہے، کوئی نہ کوئی موقع پیدا ہوتا رہتا ہے کوئی نہ کوئی دکھ، مصیبت، تکلیف، رنج یا غم کسی نہ کسی طرح انسان کو پہنچتا رہتا ہے، چاہے وہ معمولی یا چھوٹا سا ہی ہو۔ تو اس آیت میں فرمایا کہ جب کوئی ایسا موقع پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو تمہیں اس دکھ، تکلیف، پریشانی یا اس مشکل سے نکال سکتی ہے اس لئے اس کے سامنے جھکو، اس سے دعا مانگو کہ وہ تمہاری تکلیف اور پریشانی دور فرمائے لیکن دعا بھی تب ہی قبولیت کا درجہ پاتی ہے جب کسی قسم کا بھی شکوہ یا شکایت زبان پر نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اس کا اظہار بھی نہ ہو بلکہ ہمیشہ صبر کا مظاہرہ ہو اور ہمیشہ صبر دکھاتے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور اس سے عرض کرو کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے سر رکھتا ہوں، تیرے سامنے جھکتا ہوں، تجھ سے ہی اپنی اس پریشانی اور تکلیف اور مشکل کو دور کرنے کی التجا کرتا ہوں۔ میں نے کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا۔ یہ تکلیف یا پریشانی جو مجھے آئی ہے میری کسی غلطی کی وجہ سے آئی ہے یا میرے امتحان کے لئے آئی ہے میں اس کی وجہ سے تیرا نافرمان نہیں ہوتا، نہ ہونا چاہتا ہوں، اس کو دور کرنے کے لئے میں کبھی بھی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکتا۔ بلکہ صبر سے اس کو برداشت تو کر رہا ہوں لیکن تجھ سے اے میرے پیارے خدا! میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس سے نجات دے اور ساتھ ہی یہ بھی التجا کرتا ہوں کہ اس امتحان میں، اس ابتلاء میں مجھے اپنے حضور میں ہی جھکائے رکھنا کبھی کسی غیر اللہ کے در پر جانے کی غلطی مجھ سے نہ ہو۔ اور یہ صبر اور یہ تیرے در پہ جھکنا اے اللہ! تیرے فضل سے ہی ہو سکتا ہے اور اے اللہ! کبھی اپنے نافرمانوں میں سے مجھے نہ بنانا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ رویّہ تمہارا ہو گا اور اس فکر اور کوشش سے تم میرے در پر آؤ گے تو میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پھر ایسے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ایسے ایسے راستوں سے اس کی مدد کرتا ہے جہاں تک انسان کی سوچ بھی نہیں جا سکتی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 13فروری 2004ء)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- ایک یادگار تاریخی سفر اور حفاظت الٰہی کے نظارے
- دسویں صدی کے مجدد علامہ محمد بن طاہر پٹنی
- انبیاء کرام علیہم السلام کی مقبول دعائیں

دربارِ خلافت

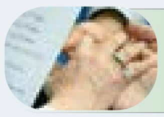

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’دیکھو مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزاروں نشان میری تصدیق کے ظاہر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے‘‘۔ (یہ نہیں کہ بند ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آئندہ ہوں گے۔) ’’اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر تائید اور نصرت اس کی ہرگز نہ ہوتی۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 48) یہ اللہ تعالیٰ کا ہی منصوبہ ہے جس کی وجہ سے تائید ہو رہی ہے۔

ایک موقع پر ضرورت مصلح اور مسیح موعود کی ضرورت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ’’جیسا کہ ہر ایک فصل کے کاٹنے کا وقت آ جاتا ہے۔ ایسا ہی اب مفاسد کے دُور کر دینے کا وقت آ گیا ہے‘‘۔ (جو فساد دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، جو برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کو دور کرنے کا وقت آ گیا ہے۔) آپ فرماتے ہیں۔ ’’صادق کی توہین اور گستاخی انتہا تک کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر (آپ فرماتے ہیں نعوذ باللہ) مکھی اور زنبور جتنی بھی نہیں کی گئی۔ زنبور سے بھی انسان ڈرتا ہے (ایک بھڑ جو ہے) اور چیونٹی سے بھی اندیشہ کرتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے میں کوئی نہیں جھجکتا۔ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کے مصداق ہو رہے ہیں۔ جتنا منہ ان کا کھل سکتا ہے انہوں نے کھولا اور منہ پھاڑ پھاڑ کر سبّ وشتم کئے۔ اب واقعی وہ وقت آ گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا تدارک کرے۔ ایسے وقت میں وہ ہمیشہ ایک آدمی کو پیدا کیا کرتا ہے جو اس کی عظمت اور جلال کے لئے بہت جوش رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کو باطنی مدد کا سہارا ہوتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ سب کچھ آپ ہی کرتا ہے مگر اس کا پیدا کرنا ایک سنّت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔‘‘ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سنت کے موافق بھیجا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ’’خدا تعالیٰ کے صحیفہ قدرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بات حد سے گزر جاتی ہے تو آسمان پر تیاری کی جاتی ہے۔ یہی اس کا نشان ہے کہ یہ تیاری کا وقت آ گیا ہے۔ سچے نبی و رسول و مجدد کی بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ وقت پر آوے اور ضرورت کے وقت آوے۔ لوگ قسم کھا کر کہیں کہ کیا یہ وقت نہیں کہ آسمان پر کوئی تیاری ہو؟‘‘ (آپ پوچھ رہے ہیں۔ لوگوں سے سوال کر رہے ہیں کہ قسم کھا کے بتاؤ کہ کیا یہ وقت نہیں ہے۔ وہ زمانہ بھی تھا اور آج بھی لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت ہے بلکہ پاکستان میں تو مولوی خود یہ کہتے ہیں لیکن مسیح موعود کا انکار ہے۔) آپ فرماتے ہیں ’’مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت اگر سب کے سب حجروں میں بیٹھ جائیں تب بھی کام ہو جائے گا اور دجّال کو زوال آجائے گا۔ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔‘‘ (اس طرح دن آپس میں پھرا کرتے ہیں۔) فرمایا کہ ’’اس کا کمال بتاتا ہے کہ اب اس کے زوال کا وقت قریب ہے‘‘۔ (کسی چیز کو جب عروج حاصل ہو جائے، جب انتہا پہ پہنچ جائے تو وہ سمجھنے لگے کہ اب میں سب طاقتوں کا مالک ہو گیا ہوں اور سب ترقیاں میرے ہاتھ میں آ گئی ہیں تو پھر وہ جو عروج ہے اس پر پہنچ کر پھر وہاں سے زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اب ان طاقتوں کا بھی زوال شروع ہو گیا ہے۔ چاہے وہ اسلام کے خلاف طاقتیں ہیں یا وہ لوگ جو احمدیت کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ہیں۔) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اس کا ارتفاع ظاہر کرتا ہے کہ اب وہ نیچا دیکھے گا۔‘‘ (انتہائی بلندی پہ پہنچ گیا۔ اب یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اب وہ نیچے کی طرف آئے گا۔) ’’اس

بقیہ صفحہ 7 پر

آج کی دعا

سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِینَ ۔ وَإِنَّا إِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ

(سورۃ الزخرف:14۔15)

ترجمہ: ’’پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لئے مسخر کیا اور ہم اسے زیرِ نگیں کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں‘‘۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی سواری پر بیٹھنے اور سفر پر جانے کی دعا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے تھے‘‘۔

(صحیح مسلم کتاب الحج)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنے کو بہت پسند کرتے تھے۔ حضور ﷺ جب بھی سفر سے واپس آتے تو چاشت کے وقت شہر میں داخل ہوتے۔ سب سے پہلے مسجد میں جاتے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور کچھ دیر بیٹھتے، پھر گھر جاتے۔ (صحیح بخاری)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

عالمی ادب سے انتخاب: دور جدید کے عربی شعراء

اسماعیل صبری (1854ء۔1923ء)

اسماعیل صبری باشا اپنے اسلوب بیانی اور نرم مزاجی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ نیل کے ساحلی علاقہ میں پیدا ہوئے۔ جدید مدرسہ نظامیہ میں داخل کرایا گیا۔ اس زمانہ میں ادبی رسالہ ”روضۃ المدارس“ شائع ہوتا تھا۔ اس میں لکھنے والوں میں رفاعہ بک، شیخ حسین مرصفی، استاذ بارودی، عبد اللہ فکری، صالح مجدی شامل تھے۔ یہ اس رسالہ کا بغور مطالعہ کرتے تھے اور انکی طرز کی نقل کرتے تھے۔ مصر سے فرانس گئے وہاں سے ایکس یونیورسٹی سے 1878ء میں قانون کی ڈگری لی۔ واپسی پر صوبہ اسکندریہ کے گورنر بنائے گئے اور مصر میں بطور قاضی بھی کام کیا۔ انہوں نے اپنی شاعری میں عمدہ اور نادر الفاظ استعمال کئے۔ محبت، دوستی اور جمال اور موت پر بکثرت اشعار کہے۔

(کتاب ”تاریخ الادب العربی“ مؤلف۔ احمد حسن الزیات۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔ 1993ء۔ ص366)

لم یبق عفوك فی السموات العلی

والارض شبرا خالیا للنار

تیرے عفو نے زمین و آسمان پر جہنم کے لئے ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی.

یا رب اھلنی لفضلك و اكفنی

شطط العقول و فتنة الافكار

اے میرے رب مجھے اپنے فضل کا اہل بنا اور عقل و فکر کی بے راہ روی سے محفوظ رکھ.

یا عالم الاسرار حسبی محنة

علمی بانك عالم الاسرار

اے رازوں کو جاننے والے میرے لئے یہی بات کافی ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ عالم الاسرار ہیں.

یا رب این تقام جھنم

للظالمین غدا و للاشرار

اے میرے پروردگار میں یہ تو معلوم نہیں کرسکتا کل ظالموں اور مجرموں کے لئے جہنم کہاں ہو گی.

اخلق برحمتك التی تسع الوری

الا تضیق باعظم الاوزار

تیری رحمت جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس سے یہی امید ہے کہ وہ بڑے گناہوں کے لئے بھی تنگ نہ ہو.

(مرسلہ اویس احمد نصیر)

(دنیا کی ہر زبان میں لٹریچر یعنی ادب پایا جاتا ہے۔ روزنامہ الفضل گاہے گاہے دنیا کی مختلف زبانوں کے ادب سے ایک انتخاب قارئین کے لئے پیش کر رہا ہے۔ عربی ادب سے ایک اور انتخاب پیش ہے۔ امید ہے قارئین اسے پسند کریں گے۔ آپ بھی دنیا کی کسی زبان کے ادب سے واقف ہوں تو اس کا نمونہ مختصر تعارف اردو ترجمہ کے ساتھ ہمیں بھجوائیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اسے شامل کیا جائے گا۔)

مدیر کے قلم سے

ایک یادگار تاریخی سفر اور حفاظت الٰہی کے نظارے

ہم جب جامعہ احمدیہ میں زیرتعلیم تھے اس وقت تعلیمی سرگرمیوں اور کھیلوں کی Activities کے علاوہ دوران جامعہ طلبہ کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لئے تین Trip کروائے جاتے تھے۔ جو یہ تھے۔

1۔ پیدل سفر

2۔تربیتی دورہ

3۔ ہائیکنگ

ان کی تقسیم کچھ یوں تھی کہ درجہ ثانیہ میں پیدل سفر کر لینا ضروری تھا۔درجہ رابعہ میں تربیتی دورہ ہوتا تھا اور درجہ خامسہ میں ہائیکنگ کروائی جاتی تھی اور یوں درجہ شاہد کی ڈگری سے قبل ان تین Trips کے سنگ میل کو عبور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ویسے تو خاکسار کے تینوں Trips نہایت ہی دلچسپ، معلوماتی اور ازدیاد ایمان وعلم کا باعث بنے اور تینوں پر الگ الگ مضمون لکھا جاسکتا ہے تاہم آج «پیدل سفر» پر اپنے ذمہ قرض کو نبھانے کی کوشش کروں گا۔

سن 1972ء کی بات ہے جب خاکسار درجہ اولیٰ کا طالب علم تھا اور پرنسپل جامعہ احمدیہ مکرم سید میر داؤد احمد مرحوم کی طرف سے پیدل سفر کا اعلان ہوا۔ غالباً اپریل کا مہینہ مقرر ہوا اور نوٹس بورڈ پر سرخ رنگ سے یہ اعلان آویزاں ہوا کہ جو طلبہ اس سال پیدل سفر کا سنگ میل عبور کرنا چاہتے ہیں وہ تیاری شروع کر دیں اور اپنے نام لکھوا دیں اور ساتھ درج تھا کہ درجہ ثانیہ کے وہ تمام طلبہ اس پیدل سفر میں حصہ لیں گے جو ابھی تک جامعہ کا یہ اہم رکن مکمل نہیں کر پائے اور درجہ رابعہ کے ایسے طلبہ جو کسی وجہ سے یہ سفر مکمل نہیں کر پائے تھے وہ بھی ضرور حصہ لیں گے۔

یہ سفر 125 میل کے قریب قریب ہوتا تھا۔ مگر اس سال مکرم پرنسپل صاحب نے جو مختلف راستوں کا سروے کروایا۔ اس میں ایک روٹ ربوہ سے براستہ چنیوٹ، برج، کھڑیانوالہ اور وہاں سے فیصل آباد لاہور روڈ کو اختیار کرتے ہوئے براستہ شاہ کوٹ، شیخوپورہ سے پنڈی بھٹیاں روڈ کو لیتے ہوئے براستہ سکھیکی۔ پنڈی بھٹیاں اور وہاں سے چنیوٹ اور ربوہ کا سفر تھا جو قریباً 152 میل بنتا تھا۔

جتنا بڑا کام ہو اس کی تیاری بھی اتنی ہی بڑی ہوتی ہے اس کے لئے خاکسار نے اپنے دوستوں سے مشورہ شروع کیا تو میرے ساتھ میرے ایک بہت ہی قریبی دوست اور کلاس فیلو منیر احمد عابد اور رنگ (Ring) کھیل میں میرے ایک ساتھی رشید احمد عاصم درجہ ثانیہ نے حامی بھری اور یوں ہم نے تیاری شروع کر دی۔ پیدل سفر کے لئے ہم نے درخواست جمع کروا دی۔ رشید عاصم تو درجہ ثانیہ میں تھے۔ انہوں نے تو سفر کرنا ہی تھا۔ ہم دونوں نے اجازت چاہی تو مجھے اس شرط پر اجازت ملی کہ پڑھائی میں فرق نہ آئے اور سالانہ امتحان میں کامیابی حاصل کرنی ہے جبکہ منیر احمد عابد کو والد صاحب سے اجازت کے ساتھ مشروط کیا گیا اور یوں ہم دو ہی درجہ اولیٰ کے اس سفر میں تھے۔ ہم تینوں کے گھر مختلف جہت پر تھے اور میرا گھر ان دونوں کے درمیان پڑتا تھا۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ہر روز بعد عصر دونوں دوست مجھے گھر سے لے کر احمد نگر تک کراس کنٹری ریس کریں گے اور چھٹی والے دن یعنی جمعہ کو فجر کے بعد ہم تینوں چنیوٹ دوڑتے ہوئے جایا کریں گے اور سبزی منڈی سے حسب استطاعت و توفیق سبزی خرید کر پیدل ہی واپس ربوہ آئیں گے۔ یہ سلسلہ قریباً ڈیڑھ ماہ جاری رہا اور اس طرح 15 منٹ میں ربوہ سے چنیوٹ پیدل پہنچنے کی پریکٹس کی اور یوں ہم 152 میل کا سنگ میل ہنستے کھیلتے عبور کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور ہم تینوں نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ پیدل سفر میں حصہ لینے والے 36 طلبہ میں سے پہلی تین پوزیشنز ہماری ہی ہوں گیں۔

پیدل سفر کی شرائط

اس پیدل سفر کی شرائط بہت سخت اور کڑی ہوتی تھیں اور اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی پابندی نہ ہوئی ہو تو سفر منسوخ متصوّر ہوتا تھا اور اگلے سال دوبارہ کرنا ہوتا تھا۔ ان تمام شرائط کو سامنے رکھ کر سفر کے آغاز سے قبل ایک عہد بھی لیا جاتا تھا کہ ان شرائط کا پابند رہوں گا۔ وہ شرائط یہ تھیں۔

1۔سفر مکمل پیدل کرنا ہوگا۔ کسی سائیکل، موٹر بائیک، کار یا بس سے مدد نہیں لی جائیگی۔

2۔ راستہ میں کسی سے کوئی چیز لے کر نہیں کھانی۔خواہ کوئی ھدیہ کرتا ہو۔

3۔سفر کا زاد راہ گھر سے لے جاسکتے ہیں۔جس میں بُھنے ہوئے چنے، سویابین یا السی وغیرہ سے تیار شدہ کوئی چیز اور طاقت کے لئے گلوکوز ہمراہ رکھ سکتے ہیں۔

4۔ اپنے ساتھی سے بھی کوئی چیز لے کر کھانے کی ممانعت ہوگی۔

5۔ اپنے پاس 10 روپے رکھ سکتے ہیں۔جس کو استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ہاں اگر آپ بیمار ہو گئے یا ہمت ہار گئے تو اس رقم کو بطور کرایہ خرچ کرنے کی اجازت تھی۔

ہم تینوں بہت پُرعزم تھے۔ دُعا کے ساتھ جامعہ کے گراؤنڈ کے ساتھ ملحقہ گیٹ سے سفر کا آغاز ہوا۔ دُعا مکرم پرنسپل صاحب نے کروائی۔ ہم تینوں چونکہ پوری تیاری میں تھے۔ اچھلتے کودتے اور چھلانگیں لگاتے ہم سب سے آگے تھے اور فیصل آباد، شیخوپورہ روڈ پر گھسیٹ پورہ سے قبل گجر سنگھ کے ایک کنواں پر دوپہر کا کھانا کھایا اور کنواں کے پانی سے خوب محظوظ ہوئے۔ پہلے دن ہم 71 میل کا سفر طے کر کے شاہ کوٹ پہنچ چکے تھے۔ اندھیرے بھی پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ ہماری آگے بڑھنے کی سکت اور استطاعت بھی بس ہو چکی تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ رات یہیں بسر کی جائے۔ ہم نے رات بسر کرنے کے لئے جگہ ڈھونڈنی شروع کی ہمیں برلب سڑک ایک تھڑا نظر آیا جس پر لوگ نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک بہت بڑی چارپائی پڑی تھی۔جس پر دو تین افراد آرام سے لیٹ سکتے تھے۔ساتھ چائے کا ٹھیلہ سا تھا۔ اس سے اجازت لے کر ہم نے پڑاؤ کا فیصلہ کیا۔ ہم بہت تھک چکے تھے۔ جرابیں وغیرہ اُتار کر ہم نے سرسوں کے تیل کے ساتھ مالش کی۔ مالش کرتے ہی ہم سب سو گئے۔ اس اثناء میں مکرم محمد اکرم باجوہ بھی ہمیں join کر چکے تھے۔آپ غالباً گجر سنگھ میں ہمارے ذرا سے ٹھہراؤ کے وقت ہم سے آگے گزر چکے تھے۔ یوں اب ہم چار ہو گئے تھے۔

انتظامیہ درجہ شاہد کے طلبہ کو مختلف جگہوں پر ڈیوٹی پر متعین کرتی تھی۔ جس تیزی سے ہم نے 71 میل کا سفر طے کیا۔ یہ انتظامیہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اس لئے وہ آرام اور تسلی سے گھروں سے نکلے اور 50 میل تک انہوں نے علاقے کو گھیر لیا۔ یہ ٹیم محترم سید میر داؤد احمد صاحب کی نگرانی میں کام کر رہی تھی۔ رات کو جب پیدل سفر میں شامل طلبہ کی گنتی کی گئی تو 4 طلبہ Missing Persons کے طور پر سامنے آئے جو ہم تھے۔محترم پرنسپل صاحب کو اس کی پریشانی لاحق ہوئی۔ آپ نے ہم چاروں کو ڈھونڈنا شروع کیا تو شاہ کوٹ آ کر انہوں نے اپنی گاڑی رکوا دی اور ساتھیوں سے کہا کہ ایک دن میں 71 میل کا پیدل سفر کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ وہ اس سے آگے نہیں جاسکتے۔ آپ نے ہمیں شاہ کوٹ کے سینما گھر میں جا کر ڈھونڈا۔ آپ نے گورنمنٹ کالج کو چیک کروایا جہاں اس رات وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد حنیف رامے خطاب کرنے والے تھے۔ جب دونوں جگہ سے ہم نہ ملے تو آپ یہ کہہ کر ہمیں اللہ کے حوالے کر گئے کہ اس سے آگے نہیں جاسکتے۔

اس زمانہ میں نہ تو دہشت گردی تھی اور نہ ہی کسی قسم کا خوف۔ ہم برلب سڑک تسلی سے سوئے اور علی الصباح ہم چاروں عازم سفر ہوئے۔ ابھی چونکہ اندھیرا تھا۔ ہم نے فجر کی نماز بھی ادا نہ کی تھی۔سڑک بل کھا رہی تھی۔ ہم میں سے کسی نے اندازہ لگا کر کہا کہ کیوں نہ سڑک چھوڑ کر Short cut لگایا جائے۔ مگر ایک ساتھی نے اس کی سخت مخالفت کی اور ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے قائل کیا۔ جو درست ثابت ہوا۔ چونکہ اب تھکاوٹ بھی بڑھ رہی تھی اس لئے ہماری رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی تھی۔ شیخوپورہ ہم سہ پہر کو Cross کر چکے تھے اور اب ہم لاہور، پنڈی بھٹیاں روڈ پر سڑک کے کنارے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ہمارے ساتھ پرائیوٹ سواریاں یعنی کاریں، تانگے، بسیں اور موٹر بائیک، ٹیکسی و سائیکلز مسلسل گزر کر ہمارا منہ چڑا رہی تھیں۔ کوئی ہمارے پر آوازیں کستا۔ کوئی نیم پاگل ہونے کا طعنہ دیتا، کوئی غریب کہہ کر گزر جاتا، کوئی کہتا کہ کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ پیدل سفر کر رہے ہیں اور ان کے علاوہ دسیوں ایسے طعنے جو ہمارے کان سُن نہ پائے فضاؤں میں موجود تھے۔ ہمارے ہاتھوں میں گو ڈنڈے تھے جن کے سہارے یا ان سے ٹیک لگا کر چل رہے تھے مگر ہماری چال بدل چکی تھی۔ ہمارے قویٰ جواب دیتے جارہے تھے۔ اُدھر رات کے اندھیرے اپنے پنجے گاڑنے کو تیار تھے۔ ابھی ہم آپس میں مشورہ ہی کر رہے تھے کہ کہاں رات بسر کرنی چاہیے۔ ہم برلب سڑک مسجد کے تلاش میں تھے کہ ہمارے کانوں میں گنگھرو بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ہم نے بغور دیکھا تو ایک ملنگ کو اپنے پیچھے آتے دیکھا۔ ہم نے جرات کر کے اس سے اپنا مدّعا کہہ ڈالا۔ اس نے بہت فراخدلی سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آتے جائیں میں آپ کو ایک مسجد کی نشان دہی کر دیتا ہوں۔قریباً آدھ گھنٹہ کی مسافت طے کرنے کے بعد ملنگ نے ڈیرہ ملاں سنگھ گاؤں کے قریب سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد کی نشان دہی کر دی۔ جو صرف مسافروں کے لئے بنائی گئی تھی خود ملنگ نے گاؤں میں جا کر ہماری مخبری کر دی کہ جو چور کل رات گاؤں سے بھینسیں چرا کر لے گئے تھے آج وہ دوبارہ چوری کرنے کے لئے فلاں مسجد میں رات بسر کر رہے ہیں۔ ہم نے تو ٹارچ لائیٹ سے مسجد کا جائزہ لیا۔ صفائی

کر کے صفیں بچھا کر ابھی لیٹے ہی تھے کہ ہم نے ایک ہجوم کی آواز سُنی جو ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس ہجوم نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ہم پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے اور ہمارے بیگوں کی تلاشی لینی شروع کر دی اور کہا کہ یہی چور ہیں جو کل گاؤں سے بھینسیں چرا کر لے گئے تھے اور آج دوبارہ مزید بھینسیں چرانے آئے ہیں۔

اس ہجوم میں ایک شخص پڑھا لکھا تھا اور پردیسی تھا اور رخصت گزارنے دوسری جگہ سے آیا تھا۔ اس نے ہجوم سے ہمیں مارنے سے منع کیا اور کہا کہ ممکن ہے یہ مہمان ہوں ان سے وجہ تو پوچھیں۔ وہی دوست آگے بڑھے اور ہمارا انٹرویو لینا شروع کیا۔ ہم نے جب اپنا مدعا بیان کیا تو اس نے ہم سے کوئی شناخت طلب کی۔ ہم میں سے ایک نے وہ Letter دکھلا دیا جو محترم پرنسپل صاحب کے دستخط کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ جاری ہوا تھا۔ جس میں ہمارا تعارف کروایا گیا تھا۔

اس سمجھ دار آدمی نے اس خط کو پڑھ کر ہم سے معذرت کی اور ہم سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہاں آپ کا رات بسر کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ سانپ، بچھو اور دوسرے خونخوار جانور موجود ہیں۔ ویسے بھی آج کل ڈاکے اور چوریاں کثرت سے ہیں اس لئے آپ ہمارے ساتھ گاؤں چلیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہم دل نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ساتھ چل دیئے کیونکہ کالی گھٹاؤں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے اور قریب تھا کہ وہ برس پڑیں۔ کوئی دو میل کی مسافت پر ہم ان کے گاؤں پہنچے۔ جہاں ایک جامع مسجد میں ہمارے قیام کا انتظام کر دیا گیا۔ ہماری تواضع کی حامی بھری۔ ہم نے سفر کی شرائط کے پیش نظر معذرت کی۔ مسجد کی طرف بڑھتے ہوئے اسی سمجھ دار دوست نے ہمیں بتایا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ آج بچ گئے ہیں۔ آپ کو ہم میں سے ایک نشانے باز نے اپنے نشانے پر لے لیا تھا۔ قریب تھا کہ بندوق کے گھوڑے کو دباتا کیونکہ گزشتہ رات گاؤں سے کچھ بھینسیں چوری ہوئی تھیں اور گمان تھا کہ آج رات بھی آپ چرانے کے لئے آئے ہیں، میں نے اُسے منع کیا اور سمجھایا کہ ان سے پوچھ لیں کہیں مہمان نہ ہوں۔

ابھی ہم مسجد میں داخل ہی ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور بادل خوب دل کھول کر برسے اور سردی بھی ہوگئی۔ اس دور میں سردی اپریل تک جاتی تھی۔ ہمیں مسجد میں لحافوں کا انتظام کر دیا۔ ورنہ ہم جنگل میں ٹھٹھر کر مرنے کے قریب ہوتے۔

ہم تو تسلی کے ساتھ سو رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ صبح تین بجے کے قریب مسجد کے مدرسے کے طلبہ نے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ جس پر ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم اگلی سمت کو روانہ ہوں اور نماز راستہ میں ہی ادا کریں۔ ہم نے سرسوں کے تیل سے اپنے جسموں کو گرم کیا اور اگلی سمت کو عازم سفر ہوئے۔ راستے میں ہم نے چلتے چلتے فجر کی نماز باجماعت ادا کی کیونکہ اب جسم کا انگ انگ درد کر رہا تھا اور ہم رکوع اور سجدہ کی پوزیشن میں نہ تھے۔

آج ہمارا ربوہ پہنچنے کا ارادہ تھا۔ ہمارے قدموں میں واپس منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے تیزی تھی۔ ہم سہ پہر اڑھائی بجے پنڈی بھٹیاں میں تھے اور سڑک کے کنارے ایک مسجد میں ذرا سا ستا کر ہم نے اپنی ٹانگیں سیدھی کیں اور ابھی ہم پنڈی بھٹیاں چنیوٹ روڈ پر مڑے ہی تھے کہ ہماری نظر مکرم سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل، مکرم سید میر قمر سلیمان صاحب (صاحبزادے) اور دو نگران مکرم حبیب اللہ احمدی اور مکرم سجاد احمد خالد مربیان پر پڑی جو سائیکل پر تھے۔ آپ تمام کو دیکھ کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ ہمارے حوصلے بلند ہوئے۔ محترم پرنسپل صاحب نے ہمیں تھپکی دی اور ہماری 2 دن کی غیوبت کی وجہ دریافت فرمائی۔ اس موقع پر محترم میر صاحب نے ہمیں بتایا کہ میں نے شاہ کوٹ میں آپ کو سینما میں بھی تلاش کیا اور حنیف رامے کے اجتماع پر بھی ڈھونڈا اور میں بہت پریشان تھا۔

آپ نے جس سرعت اور تیزی کے ساتھ سفر کیا میں اس کی آپ کو داد دیتا ہوں۔ آپ نے ہم کو 2، 2 کینو بھی دیئے اور سفر کو جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی اور دُعا بھی دی۔ چونکہ ہمارا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا اس لئے محترم میر صاحب نے سائیکل پر موجود 2 نگرانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ ہمیں راستے سے کھانا کھلا دیا جائے۔ ہم نے ربوہ کی طرف نئے جذبہ کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھا۔ ہم میں سے 2 دوست رشید احمد عاصم اور محمد اکرم باجوہ پوزیشنز کے حصول کے لئے آگے بڑھ گئے۔ گو ہم دونوں کا جذبہ بھی ربوہ پہنچنے کا تھا مگر ہرسہ شیخ تک پہنچ کر جبکہ رات چھا چکی تھی قدم آگے بڑھنے سے انکار کر چکے تھے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا اور ایک مسجد میں قیام کر لیا۔ نگران ٹیم میں سے مکرم حبیب اللہ احمدی اور مکرم سجاد احمد خالد ہمارا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ چوتھے روز ہم دونوں دوست علی الصبح عازم ربوہ ہوئے۔ منیر احمد عابد پاؤں میں چھالے بننے کی وجہ سے اپنے قدم نہ اٹھا پا رہے تھے اس لئے خاکسار، منیر احمد عابد کو چھوڑ کر آگے بڑھا۔ ہرسہ شیخ میں رات قیام کے دوران سمیع اللہ قمر (مرحوم) ہم سے کہیں آگے نکل چکے تھے۔ جس کا ہمیں علم نہ ہو سکا۔ اس طرح خاکسار چوتھے نمبر اور منیر احمد عابد پانچویں نمبر پر آئے۔ رشید احمد عاصم اول اور محمد اکرم باجوہ دوسری پوزیشن حاصل کر چکے تھے۔

ربوہ پہنچ کر جامعہ میں ہمارے استقبال کے لئے ٹیم موجود تھی۔ تازہ گرم دودھ سے تواضع ہو رہی تھی۔ تھوڑا سا ستا کر ہم گھروں کو پہنچے اور نمک ڈال کر نیم گرم پانی میں پاؤں لٹکا کر کچھ عرصہ بیٹھ کر نہا دھو کر بستر میں جا کر آرام ملا۔ اب تو کھلیاں پڑ چکی تھی۔ والدہ محترمہ مرحومہ نے خوب تواضع کی۔ ہر وہ چیز مہیا کی جس سے تھکاوٹ دُور ہو۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ خیراً فی الآخرۃ۔

محترم میر صاحب ہم طلبہ کو بہت ٹف بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے ربوہ پہنچتے ہی سرکلر پڑھایا گیا کہ کل صبح 9 بجے وقارِ عمل ہو گا جس میں شمولیت لازمی ہے اور بعد میں ظہرانہ پیش ہو گا۔ ہم میں سے کئی ایک کا حال سرکلر پڑھ کر ''قہر درویش بر جان درویش'' والا ہوا مگر تھکن سے چور ہونے کے باوجود جذبہ اطاعت نے سب کو اس بات پر مجبور کیا کہ اسے بشاشت قلبی سے قبول کریں۔

اس سفر میں ہر ایک کے ساتھ مختلف واقعات رونما ہوئے ہوں گے۔ ایک دلچسپ واقعہ جو مکرم سید میر داؤد احمد صاحب کے عالی ظرف پر دلالت کرتا ہے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس سفر میں وسیم احمد چیمہ بھی ہمارے ہم سفر تھے۔ سفر چونکہ بہت لمبا، مشکل تھا اس لئے بار بار ہمت ہارتی اور دوبارہ عزم باندھنے کا موقع ملتا رہا۔ وسیم احمد چیمہ نے سفر کے دوران اپنے ساتھیوں سے اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا کہ

''اگر میں کبھی جامعہ کا پرنسپل بن گیا تو میر صاحب کے لڑکے کو اتنا ہی پیدل سفر کرواؤں گا اور زادِ راہ کے طور پر کھانے پینے کے لئے ایک دانہ تک نہ دوں گا۔''

یہ بات میر صاحب تک پہنچ گئی۔ آپ نے وسیم احمد چیمہ کو تو کچھ نہ کہا۔ صرف ہنس کر کہا تو یہ کہا کہ

''اچھا جب تمہاری باری آئیگی۔ تو جو مرضی کر لینا۔ اب تو میری باری ہے۔''

اس کے بعد سے مکرم میر صاحب نے وسیم احمد چیمہ کو پرنسپل کہہ کر مخاطب کرنا شروع کر دیا۔ یہاں وسیم احمد چیمہ کی زبانی دو واقعات پیش ہیں۔

آپ بیان کرتے ہیں

''ایک دفعہ رمضان المبارک میں مسجد مبارک میں بیٹھا درس سُن رہا تھا۔ محترم میر صاحب بھی سامنے تشریف فرما تھے۔ میں بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے طالب علم نسیم مہدی صاحب کے ساتھ ٹیک لگا کر اطمینان سے سو گیا۔ جب کافی دیر تک خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوا۔ تو میر صاحب نے کاغذ کے ایک پُرزہ پر کچھ لکھ کر نسیم مہدی کو بھجوایا۔ جب وہ پُرزہ کھولا گیا تو اس پر لکھا تھا۔ ''محترم پرنسپل صاحب آپ کی گود میں سوئے ہوئے ہیں ان کو جگا دیں''۔ نسیم مہدی نے مجھے جگا کر وہ چٹ پڑھائی۔ تو کچھ نہ پوچھیے کہ میرا کیا حال ہوا۔''

''اسی طرح ایک دفعہ آپ رمضان کا درس سُن رہے تھے اس دن آپ کی طبیعت بلڈ پریشر اور سر درد کے باعث بہت ناساز تھی۔ جس کے آثار آپ کے بشرہ (چہرہ) سے ظاہر ہو رہے تھے۔ کچھ دیر تو آپ نے ضبط کیا۔ لیکن جب تکلیف بہت زیادہ ہوگئی تو آپ نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اور اسے لفافے میں بند کر کے مجھے بھجوایا جب میں نے میر صاحب کے جانے کے بعد لفافہ کھولا تو اس میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم پرنسپل صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آج صبح سے مجھے سر درد کی سخت تکلیف ہے میں سارا دن جامعہ میں بھی آرام سے کام نہیں کر سکا اور اس وقت بھی سخت تکلیف ہے اس لئے درس میں بھی اچھی طرح بیٹھ نہیں سکتا۔ مہربانی فرما کر مجھے درس سے رخصت دی جائے۔ مہربانی ہوگی۔

آپ کا شاگرد

داؤد احمد

میں نے اس ''درخواست'' پر لکھ دیا۔ ''بہتر ہے خدا تعالیٰ آپ کو تندرستی عطا کرے''۔ مغرب کی نماز میں میر صاحب مجھے ملے۔ اور کہنے لگے شکر ہے کہ میری درخواست منظور ہوگئی۔ ورنہ میرا تو خیال تھا کہ شاید تم میری درخواست پر لکھ دو گے۔'' آپ کو بہانہ خوری کی عادت ہے۔ مجھے آپ سے اتفاق نہیں ہے۔'' یا یہ کہ ''درخواست واپس۔ قاعدہ کے مطابق درخواست عربی میں لکھا کریں۔''

(سیرت داؤد صفحہ 224-225)

اللہ تعالیٰ ہمارے اس شفیق بزرگ کے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کے ساتھ درجات بڑھاتا چلا جائے۔ جن سے ہم نے بہت کچھ سیکھا۔ میں تو برملا اس امر کا اظہار کر سکتا ہوں کہ میری زندگی جن لوگوں نے بنائی۔ ان میں سے ایک مکرم سید میر داؤد احمد مرحوم بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

دسویں صدی کے مجدد علامہ محمد بن طاہر پٹنی

(باسل احمد بشارت)

نام و نسب

آپ کا نام محمد اور لقب ملک المحدثین ہے۔ آپ کے دیگر القابات مجد الدین اور جمال الدین بھی معروف ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام طاہر بن علی ہے۔ کتب سیر میں آپ کا نام آپ کے والد محترم کے نام کے ساتھ محمد طاہر بھی ملتا ہے جس میں لفظ ''ابن'' حذف ہے۔

مولف ''تاریخ گجرات'' علامہ ابوظفر ندوی کے نزدیک آپ کا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک جاملتا ہے اور انہوں نے آپ کا سلسلہ نسب یہ بیان کیا ہے: محمد بن طاہر بن علی بن الیاس بن ابو النصر داؤد بن ابو عیسیٰ عبد الملک بن ابو الفتح یونس شامی بن عمر شامی بن عبد اللہ بن ابو العطاء حسین بن ابو المحامد احمد غریب بن ابو قاسم محمد بن ابو الصلاح محمد بن ابو الفیض عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن قاسم بن ابو النصر بن ابو المجد خلف بن احمد بن شعیب بن ابوطلحہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابن ابو بکر صدیقؓ۔

(تذکرۃ المحدثین صفحہ 380)

اسی طرح آپ کے پوتے مفتی مکہ علامہ شیخ عبد القادر بن ابو بکر (متوفی 1138ھ) کے استاد علامہ شیخ عبد اللہ طرفہ مکی شافعی انصاری نے اپنے شاگرد سے یہ اشعار کہے

قد کان جد ابیك بلّ ضریحه
من اوحد العلماء و الفضلاء
اعنی محمد طاهر من منجی
الصدیق حققه بغیر مراء

(اتحاف النبلاء لصدیق حسن قنوجی صفحہ 398)

ترجمہ: تمہارے پڑدادا کی قبر کو خدا سیراب کرے، وہ علماء و فضلاء میں یکتا تھے۔ میری مراد محمد طاہر سے ہے جو بلاشک و شبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسل سے تھے۔

لیکن علامہ صاحب موصوف اپنی تصنیف ''تذکرۃ الموضوعات'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

''محمد بن طاہر بن علی فتّنی، ہندی مسکن اور نسب کے لحاظ سے اور مذہباً حنفی''

(مقدمہ تذکرۃ الموضوعات جزء1 صفحہ 3)

اسی طرح علامہ عبد الحق محدث دہلوی، علامہ آزاد بلگرامی وغیرہ نے آپ کو ہندی نژاد قرار دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ صدیقی النسب ہیں یا ہندی نژاد۔ اس کے بارہ میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ والدہ کی طرف سے صدیقی النسب تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ بنسبت اعتقاد صدیقی تھے کیونکہ شیعہ خود کو حیدری کہتے ہیں، اس لیے علامہ صاحب صدیقی کہلائے۔ علامہ صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں لکھتے ہیں کہ: ''زیادہ راجح قول ثانی ہے کیونکہ ان کی ماں تو صدیقی النسب نہ تھیں البتہ والد ہو سکتے ہیں اس ضمن میں علامہ طرفہ انصاری کا شعر بھی قابل غور ہے۔'' (اتحاف النبلاء صفحہ 398)

ایک اور رائے یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ کا تعلق تاجر خاندان سے تھا جو بوہرہ (تجارت پیشہ) کہلاتا تھا۔ بوہرہ قوم وہ ہے جو عرب کے قبیلہ قضاعہ سے تعلق رکھتی ہے اور تجارت کی غرض سے گجرات آکر آباد ہوئی۔

آپ کے نسب کے متعلق دونوں آراء درست ہیں۔ آپ صدیقی النسب بھی تھے اور ہندی بھی۔ صدیقی النسب کے متعلق دو علماء کی مندرجہ بالا شہادتیں ہیں علامہ ابوظفر ندوی نے تو پورا نسب نامہ ہی تحریر کر دیا اور دوسری شہادت علامہ شیخ عبد اللہ طرفہ مکی شافعی انصاری کی ہے۔ ہندی کے متعلق آپ خود اپنی تصنیف ''مقدمہ تذکرۃ الموضوعات'' فرماتے ہیں کہ ''میں مسکن کے لحاظ سے ہندی ہوں اور نسباً بھی''۔ آپ کی اس بات سے یہ واضح ہے کہ آپ چونکہ ہندوستان کے علاقہ گجرات میں پیدا ہوئے اور یہیں آپ کی سکونت تھی اس لیے ہندی ہوئے اور چونکہ آپ کا آباءواجداد عرب سے بغرض تجارت گجرات ہجرت کر آئے اور یہیں مستقل آباد ہو گئے۔ عین ممکن ہے کہ طویل عرصہ سے خاندان کے یہیں آباد رہنے اور یہاں کے ہندی نژاد لوگوں سے قرابت داریوں کی وجہ سے آپ نے خود کو ہند سے منسوب کیا ہو۔ واللہ اعلم

ولادت

علامہ محمد بن طاہر کی ولادت 914ھ میں پٹن نہروالہ کاٹھیاواڑ گجرات میں ہوئی۔ آپ کے سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک 912ھ تو بعض کے نزدیک 913ھ۔ لیکن آپ کے پوتے شیخ عبد الوہاب اور علامہ عبد الحق محدث دہلوی کے نزدیک آپ کا درست سن ولادت 914ھ ہی ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

علامہ محمد بن طاہر کے زمانہ میں گجرات علوم و فنون کا مرکز تھا۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ صغر سنی میں ہی قرآن کریم حفظ کرلیا۔ پھر اپنے علاقہ کے علماء و فضلاء کی شاگردی اختیار کی اور تمام کتب متداولہ کا مطالعہ کیا۔ 15 سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ اور اصول و فروع میں طاق ہوئے۔

زمانہ طالبعلمی

علامہ صاحب نے زمانہ طالبعلمی میں بہت صعوبتیں اٹھائیں۔ ہم عصر طلباء سے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کی قابلیت و علمیت کی وجہ سے حاسد طلباء اور اساتذہ آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرتے۔ ان تمام مصائب پر صبر کرتے ہوئے آپ نے یہ منت مانی کہ اگر اللہ نے مجھے علم عطا کیا تو میں اللہ کی رضا کے مطابق انصاف سے علم کی نشر و اشاعت کروں گا۔ تعلیم میں کسی قسم کا بخل نہیں کروں گا۔ چنانچہ جب آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی تو ایسا ہی کر کے دکھایا۔ آپ نے خدا کی خاطر یہ فریضہ سرانجام دیا اور اپنی تدریس سے ایک عالم کو ایسا نفع پہنچایا جس کو کوئی شمار نہیں۔

(النور السافر صفحہ 476)

اساتذہ

علامہ محمد بن طاہر نے گجرات میں جن چار اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، ان میں مولانا شیخ ناگوری، شیخ برہان الدین سمہودی، شیخ یداللہ سوہی اور ملا متھ یا مٹھ (استاذ الزمان) شامل ہیں۔ ملا متھ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہوا تھا۔ علامہ صاحب موصوف نے وہیں ملا صاحب کی شاگردی میں اپنی تعلیم کو مکمل کیا۔ شیخ ملا متھ کی وفات کے بعد علامہ صاحب موصوف کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔

(تذکرہ شیخ محمد طاہر صفحہ 29 بحوالہ تذکرۃ المحدثین صفحہ 386)

سفر حرمین شریفین

علامہ محمد بن طاہر تیس سال کی عمر تک اپنے وطن میں ہی تعلیم و تدریس کرتے رہے پھر 944ھ میں علم حدیث کے شوق میں حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ پھر مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی۔ بعدہ مکہ مکرمہ آکر وہاں کے نامور ارباب کمال سے اکتسابِ فیض کیا۔ ان معروف علماء و فضلاء میں شیخ ابوالحسن محمد بن عبد الرحمٰن بکری (متوفی 952ھ)، علامہ ابوالعباس احمد بن محمد بن علی المعروف ابن حجر ہیثمی مکی (متوفی 972ھ)، شیخ ابوالحسن علی بن محمد ابن عراق (963ھ)، شیخ جاراللہ بن فہد مکی (954ھ) اور شیخ علاؤالدین علی متقی (975ھ)، شیخ عبد اللہ عیدروس، شیخ برخوردار سندھی، شیخ عبیداللہ حضرمی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے علامہ علی بن حسام الدین متقی جون پوری جو اپنے ہم عصروں میں علم حدیث میں ممتاز تھے، ان سے آپ نے علم حدیث میں کافی استفادہ کیا اور انہوں نے آپ کو روایت احادیث کی اجازت دی ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی بیعت بھی کرلی۔ (ماثر الکرام جزء1 صفحہ 194)

علامہ محمد بن طاہر کو علامہ علی متقی سے اس قدر عقیدت تھی کہ انہوں نے اپنی ''مجمع بحار الانوار'' کو ان کے نام معنون کیا ہے۔

درس و تدریس

حرمین شریفین میں کئی سال قیام کے بعد جب اپنے وطن کو لوٹے تو درس و تدریس اور تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ نے اپنے شہر میں ہی ایک مدرسہ قائم کیا جس میں متعدد علوم پڑھائے جاتے تھے۔ حدیث کا درس آپ خود دیتے تھے۔ اس کے علاوہ احمد آباد میں سلطان احمد کی مسجد میں بھی درس دیا۔ آپ کے درس میں دیگر مدارس کے طلباء بھی تحقیق و رہنمائی کے لیے آتے۔ سلطان محمود ثانی کے ایک وزیر کو کچھ امور میں مشکل درپیش آئی تو وہ بھی آپ کی خدمت میں آیا اور تسلی بخش جواب پا کر لوٹا۔

(رسالہ مناقب اردو ترجمہ صفحہ 99)

تلامذہ

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ علامہ صاحب نے اپنی منت اور عہد کو تحصیل علم کے بعد پورا کیا اور طلباء کی تعلیم میں کسی قسم کا بخل نہ کیا اور انہیں ہر قسم کی امداد سے نوازا۔ آپ کو اپنے والد محترم کے ترکہ میں کافی مال و دولت حاصل ہوا جسے آپ نے طلباء کی تعلیم و تربیت اور تحصیل علم کے لیے خرچ کیا۔

آپ نے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے بچوں کی تلاش کے لیے معلم کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جو بچے قابل اور ذہین ہوں انہیں آپ کے پاس

بجھوا دیا کرے۔ آپ ان قابل اور ذہین بچوں سے ان کے احوال دریافت کرتے۔ جو بچہ امیر ہوتا، اسے کہتے کہ خوب محنت اور لگن سے علم حاصل کرو۔ اگر غریب ہوتا تو اسے کہتے کہ دل لگا کر علم حاصل کرو اور فکر معاش سے بے فکر ہو جاؤ۔ میں تمہاری تعلیم اور تمہارے اہل و عیال کے خرچ کی ذمہ داری لیتا ہوں تم بے فکر ہو کر تحصیل علم میں خوب جدوجہد کرو۔ آپ تمام ایسے غریب طلباء کو وظیفہ عطا کرتے۔ یہاں تک آپ کے شاگردوں کی ایک بہت بڑی جماعت صاحب علوم وفنون ہوگئی اور آپ نے اپنا تمام مال ان پر خرچ کر دیا۔ (شذرات الذھب جزء 10 صفحہ 601)

آپ اپنے شیخ کی وصیت کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی بنا کر طلباء کو مفت دیا کرتے تھے۔ بوقت تدریس بھی زبان سے پڑھاتے جاتے اور ہاتھ سے سیاہی گھوٹا کرتے اور کہتے کہ ہاتھوں کو بھی کام میں لگا رہنا چاہیے۔

(اخبار الاخیار صفحہ 560)

آپ کے شاگردوں میں شیخ ضیاء الدین گوالیاری، میاں احمد خان پٹنی، داؤد بن حسن، ابو البشر محمد فضل، برہان الدین واعظ، نور محمد، عبد اللہ بن فتح، شیخ جیون سورتی، شیخ محمد شطاری، شیخ عبد الھادی احمد آبادی، شیخ فرید پٹنی، شیخ عبد النبی، محمد اسحٰق وغیرہ شامل ہیں۔ (رسالہ مناقب اردو ترجمہ صفحہ 93-94)

آپ کے پوتے شیخ عبد الوہاب لکھتے ہیں کہ:

''ان کے علاوہ بے شمار دوسرے بزرگ بھی شاگردوں میں شامل ہیں جن میں کچھ معروف ہیں اور کچھ غیر معروف۔''

(تذکرۃ المحدثین از ضیاء الدین اصلاحی صفحہ 387)

علامہ محمد بن طاہر کا کتب خانہ

علامہ محمد بن طاہر نے اپنے علمی ذوق کے پیش نظر ایک کتب خانہ تیار کیا ہوا تھا۔ آپ نے مختلف ممالک سے نہایت قیمتی اور نایاب کتب منگوا کر اس میں جمع کی ہوئی تھیں۔

(گجرات کی تمدنی تاریخ از سید ابوظفر ندوی صفحہ 199)

محبت علم حدیث و سنت

علامہ محمد بن طاہر پٹنی تمام مروجہ علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ علماء و فضلاء نے آپ کو کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ علامہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل سے نوازا''

(اخبار الاخیار صفحہ 559)

آپ کو دیگر علوم کی نسبت علم حدیث سے زیادہ محبت تھی۔ آپ نے اس میں کمال حاصل کیا اور اس فن میں ماہر ہوئے اور امام بنے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی حدیث کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ اسی وجہ سے آپ کو رئیس المحدثین اور ملک المحدثین بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ عبد القادر بن شیخ بن عیدروس لکھتے ہیں:

''آپ متعدد علوم میں ماہر ہوئے اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔ حتیٰ کہ گجرات میں ان کے درجہ و مرتبہ کا کوئی محدث نہ تھا۔''

(النور السافر صفحہ 475)

آپ نے حدیث کے ساتھ سنت کی اشاعت میں بھی نمایاں خدمت سرانجام دی۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب آپ کے بارہ میں لکھتے ہیں

''خادم حدیث نبوی و ناصر سنن مصطفوی است''

(اتحاف النبلاء صفحہ 397)

یعنی حدیث نبویؐ کے خادم اور سنن مصطفی ﷺ کے ناصر (مددگار) ہیں۔

لغوی امام

آپ نے علوم حدیث کے علاوہ علم لغت میں بھی مہارت حاصل کی اور مشکل الفاظ کی ایک جامع لغت ''مجمع بحار الانوار'' مرتب کی جس میں قرآن مجید اور حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق درج کی۔ حل لغات کے علاوہ احادیث کی عمدہ شرح اور تفسیر بھی بیان کی گئی ہے۔ علامہ عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں:

''ان کی تصنیفات میں مجمع البحار بھی ہے جو صحاح ستہ کی شرح کی متکفل وضامن ہے۔''

(اخبار الاخیار صفحہ 560)

فرقہ مہدویہ کی تردید

علامہ محمد بن طاہر ناصر السنت والحدیث تھے۔ آپ نے بدعات کے خلاف جہاد کیا۔ آپ حب فی اللہ کے قائل تھے لیکن بدعتیوں کے سخت مخالف تھے۔ آپ کی قوم بوہرہ دو گروہوں میں منقسم تھی ایک شیعہ اور دوسرا اہلسنت۔ آپ کا تعلق اہل سنت قوم بوہرہ سے تھا۔ لیکن یہ دونوں گروہ غلط رسم و رواج اور بدعات میں مبتلا تھے۔ پھر دوسری طرف فرقہ مہدویہ سر اٹھا رہا تھا جس کے بانی سید محمد جونپوری 903ھ میں پٹن آئے اور وہاں سے نو میل دور مقام برلی پر انہوں نے دعویٰ مہدویت کر دیا۔ فرقہ مہدویہ نے اپنی تبلیغ خوب زور و شور سے شروع کر دی اور نہ ماننے والوں کو پہلے کافر قرار دیا پھر نوبت بایں جا رسید کہ منکرین کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں گجرات میں فساد پھیلتا گیا۔ احمد آباد میں علامہ محمد بن طاہر کے شیخ علی متقی نے مہدویوں کے فتنہ کے آگے بند باندھا اور ان کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا جس کے نتیجہ میں وقتی طور پر تو یہ فتنہ دب گیا لیکن سلطان محمود ثانی کی شہادت کے بعد انہوں نے پھر سر اٹھایا اور خانہ جنگی کی وجہ سے مہدیوں کا فتنہ بڑھتا چلا گیا۔

جب علامہ محمد بن طاہر نے یہ حالات دیکھے تو آپ نے سب سے پہلے اپنی قوم کے شیعہ بوہروں کے عقائد کے خلاف درس و تقاریر اور وعظ کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی قوم کے بدعقائد اور بدعات کے خلاف انہیں نصائح کیں اور سنت پر کاربند ہونے اور برائیوں کو چھوڑنے کی تلقین کی اور اصلاح نفس کی طرف توجہ دلائی۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ وعظ پٹن سے نکل کر ارد گرد بھی پھیلنے لگا جس پر مہدویوں کو کافی تکلیف پہنچی۔

علامہ ضیاء الدین اصلاحی لکھتے ہیں:

''شیخ محمد بن طاہر وعظ، تقریر، تحریر ہر طریقہ سے قوم کی اصلاح اور بدعت و مہدویت کے استیصال پر کمربستہ ہو گئے۔ عقلی و نقلی ہر قسم کی دلیلوں سے عقائد حقہ کا اثبات کیا اور عقائد باطلہ کی تردید کی۔''

(تذکرۃ المحدثین صفحہ 395)

حاکم وقت کو نصیحت

علامہ محمد بن طاہر نے حاکم وقت شیر خان فولادی کو جو مہدویوں کا پشت پناہ بھی تھا، ایک رسالہ ''نصیحۃ الولاۃ'' لکھ کر تحفۃً پیش کیا اور بدعقائد کو ترک کرنے کی تلقین کی جس پر کچھ دیر تو خاموشی رہی لیکن پھر وہی حالات ہو گئے۔

چنانچہ ایسے ہی دن گزرتے گئے۔ آپ جب اس بارہ میں سعی کرتے تو مہدوی رک جاتے اور پھر چند دنوں بعد اپنی پرانی روش پر چل پڑتے۔ موسیٰ خان فولادی نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔ چنانچہ ایک دن فرقہ مہدویہ کے لوگوں نے ان کے مدرسہ میں ان پر قاتلانہ حملہ کیا جس میں علامہ صاحب زخمی ہو گئے اور بیس بائیس روز تک صاحب فراش رہے۔ مگر تندرستی کے بعد شیخ دوبارہ فرقہ مہدویہ اور اہل بدعت کے خلاف سرگرم ہو گئے۔

(تذکرۃ المحدثین صفحہ 395)

فتح گجرات اور مہدویوں کو شکست

روایات میں ملتا ہے کہ انہی ایام میں مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے امراء میں سے ایک امیر حج کے لیے مکہ مکرمہ گیا وہاں علامہ صاحب کی ایک کتاب ''کفایۃ المفرطین'' دیکھی تو اسے وہ کتاب بہت پسند آئی اس نے ارادہ کیا کہ واپسی پر علامہ صاحب سے ملے گا۔ دفع شر کی دعا کے پندرھویں روز وہ امیر آپ سے ملے۔ آپ نے اسے کل حالات بتائے اور ایک خط مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نام اور دوسرا صدر الصدر عبد الغنی کے نام لکھا۔ ان خطوط کے نتیجہ میں اکبر بادشاہ نے گجرات کی طرف توجہ کی اور مالوہ سے ہوتے ہوئے گجرات پر لشکر کشی کر کے 980ھ میں پٹن پر قبضہ کر لیا۔

گجرات فتح ہوتے ہی جب اکبر بادشاہ نے علامہ محمد بن طاہر سے ملاقات کی تو انہیں شیخ الاسلام کا لقب دیا نیز کہا کہ دین کی حفاظت میرا فرض ہے آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ میں بھی اس میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ اکبر بادشاہ نے اپنے رضاعی بھائی خان اعظم مرزا عزیز کو گجرات کا گورنر بنایا جس نے علامہ صاحب کی ہر طرح کی مدد کی۔ یوں فتنہ مہدویت کا شور ختم ہوا اور وہاں امن و امان قائم ہوا۔

(اتحاف النبلاء صفحہ 398)

شہادت

اس کے بعد علامہ صاحب پھر درس و تدریس اور تصنیف کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ لیکن جب خان اعظم کی جگہ عبد الرحیم خان خاناں گورنر ہوا تو اس نے مہدویوں کی حمایت کی جس کی وجہ سے انہوں نے پھر سر اٹھانا شروع کر دیا اور 986ھ میں بادشاہ کو ان حالات سے مطلع کرنے کے لیے آگرہ روانہ ہوئے۔ علامہ وجیہ الدین علوی نے آپ کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ نہ رکے۔

اطلاع پاتے ہی مہدوی بھی آپ کے تعاقب میں نکلے۔ علامہ صاحب مالوہ سے ہوتے ہوئے سارنگ پہنچے۔ سارنگ میں تین روز قیام کے بعد اجین کے قریب ایک گاؤں سوی گئے اور اسی گاؤں میں 6 شوال 986ھ کو نماز تہجد کے دوران آپ کو مہدویوں نے شہید کر دیا۔

علامہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''آپ نے علاقہ گجرات کے بدعتیوں کی بدعتیں چھڑانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی لیکن اسی جماعت کے افراد نے آپ کو 980ھ میں شہید کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششیں قبول کرے اور مسلمانوں کے لیے اچھے کام کرنے کے عوض میں اچھے بدلے عنایت کرے۔''

(اخبار الاخیار صفحہ 560)

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''شیخ علی متقی کے شاگردوں میں محمد بن طاہر پٹنی تھے جنہوں نے اپنے

استاد کی پیروی میں مخالفت بدعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور بالآخر اسی کوشش میں شہید ہوئے۔‘‘

(رود کوثر صفحہ 354)

آپ کی نعش مبارک کو مالوہ سے پٹن لایا گیا اور آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اولاد

مشہور محقق علامہ ابوظفر ندوی کے نزدیک علامہ محمد بن طاہر کے چار بیٹے تھے۔ 1۔ ابراہیم 2۔ احمد 3۔ ابوبکر 4۔ نور الحق

آپ کے صاحبزادے احمد کے بیٹے شیخ عبد الوہاب فقیہ تھے۔ پہلے قاضی عسکر اور پھر قاضی القضاۃ رہے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے ابوبکر کے بیٹے شیخ عبد القادر فقہ و افتاء کے عالم تھے مفتی مکہ بھی رہے۔

تصنیفات

علامہ محمد بن طاہر جب حجاز سے واپس تشریف لائے تو درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کیا۔ آپ ایک با کمال مصنف تھے۔ آپ نے بہت سے علمی رسائل اور بلند پایہ کتب یاد چھوڑیں۔ آپ کی تمام تصانیف بہت عمدہ، جامع، علمی اور تحقیقی ہیں۔ جن سے علمائے عالم اسلام مستفیض ہو رہے ہیں۔

آپ کی کتب کی کوئی معین تعداد تو نہیں ہے البتہ علامہ ضیاء الدین اصلاحی نے آپ کی 31 کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ جن میں سے چند معروف درج ذیل ہیں

المغنی، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات، مجمع بحار الانوار، کفایۃ المفرطین، چہل حدیث، حاشیہ صحیح بخاری، حاشیہ صحیح مسلم، حاشیہ مشکوۃ المصابیح، حاشیہ توضیح و تلویح، سوانح نبویؐ عربی و فارسی، مختصر اتقان، نصاب البیان، لسان المیزان وغیرہ

اخلاق کریمانہ

علامہ محمد بن طاہر نہایت متقی اور عابد و زاہد تھے۔ آپ باقاعدہ تہجد گزار تھے۔ آپ بلند روحانی مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔ شیخ علی متقی نے جمعہ 27 رمضان کو خواب میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے افضل کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم یعنی شیخ علی متقی! انہوں نے دریافت کیا پھر کون افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا محمد بن طاہر۔ (النور السافر صفحہ 475)

آپ کے پوتے شیخ عبد الوہاب لکھتے ہیں:

’’حضرت شیخ شرعی احکام اور حدود دین کو قائم رکھنے میں پانی ہمت صرف فرماتے تھے، کسی حاکم وقت یا طاقتور امیر کا خوف نہ کرتے تھے وہ خالص اللہ کے لئے محبت اور خالص اللہ کے لئے عداوت کے قائل تھے۔ اس بنا پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اختیار کرنے والے سے دوستی اور بدعتیوں سے دشمنی رکھتے تھے۔‘‘

(رسالہ مناقب اردو صفحہ 98 بحوالہ تذکرۃ المحدثین صفحہ 393)

دعائے مباہلہ

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں

’’بعض نادان مولوی لکھتے ہیں کہ غلام دستگیر نے مباہلہ نہیں کیا صرف ظالم پر بددعا کی تھی مگر میں کہتا ہوں کہ جبکہ اُس نے میرے مرنے کے ساتھ خدا سے فیصلہ چاہا تھا اور مجھے ظالم قرار دیا تھا تو پھر وہ بددعا اس پر کیوں پڑ گئی اور خدا نے ایسے نازک وقت میں جبکہ لوگ خدائی فیصلہ کے منتظر تھے غلام دستگیر کو ہی کیوں ہلاک کر دیا اور جبکہ وہ اپنی دعا میں میرا ہلاک ہونا چاہتا تھا تا دنیا پر یہ بات ثابت کر دے کہ جیسا کہ محمد طاہر کی بددعا سے جھوٹا مہدی اور جھوٹا مسیح ہلاک ہوگیا تھا میری بددعا سے یہ شخص ہلاک ہوگیا تو اس دعا کا اُلٹا اثر کیوں ہوا یہ تو سچ ہے کہ محمد طاہر کی بددعا سے جھوٹا مہدی اور جھوٹا مسیح ہلاک ہوگیا تھا اور اُسی محمد طاہر کی ریس سے غلام دستگیر نے میرے پر بددعا کی تھی تو اب یہ سوچنا چاہیے کہ محمد طاہر کی بددعا کا کیا اثر ہوا اور غلام دستگیر کی دعا کا کیا اثر ہوا اور اگر کہو کہ غلام دستگیر اتفاقاً مر گیا تو پھر یہ بھی کہو کہ وہ جھوٹا مہدی بھی اتفاقاً مر گیا تھا محمد طاہر کی کوئی کرامت نہ تھی۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 344-345)

اسی طرح حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے غلام دستگیر قصوری کے ذکر پر فرمایا

’’اس نے ایک ایسا مباہلہ کیا تھا جس کی نظیر پہلے بھی اسلامی دُنیا میں موجود ہے جس کا اس نے خود ہی اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک بزرگ محمد طاہر نام تھے ان کے زمانہ میں دو شخص پیدا ہوئے۔ ایک نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا اور ایک نے مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا جس پر مولوی محمد طاہر صاحب نے خدا تعالیٰ کے حضور میں دُعا کی کہ یا الٰہی اگر یہ مدعی جھوٹے ہیں تو ان کو ہلاک کر اور اگر ان کو نہ ماننے میں میں جھوٹا ہوں تو مجھے ہلاک کر۔ چونکہ وہ دونوں کاذب تھے۔ اس واسطے ہر دو ہلاک ہوگئے۔ غلام دستگیر نے بھی اسی طرح مباہلہ کیا تھا اور لکھا تھا کہ میں وہی دُعا کرتا ہوں جو کہ محمد طاہر نے کی تھی چونکہ اس کے مقابل میں جو شخص تھا وہ سچا ہے اس واسطے غلام دستگیر خود ہلاک ہوگیا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 61-62)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کی آبادی اس کی بربادی کا نشان ہے۔‘‘ (وہ سمجھتا ہے کہ اس کی طاقت اور آبادی بہت زیادہ ہے تو اب یہ بربادی کا نشان بن جائے گی۔) ’’ہاں ٹھنڈی ہوا چل پڑی (ہے)۔ اللہ تعالیٰ کے کام آہستگی کے ساتھ ہوتے ہیں‘‘۔ (ٹھیک ہے۔ نشان شروع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے کام آہستگی سے ہوتے ہیں اور وہ انشاء اللہ ہو جائیں گے۔) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اگر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تاہم زمانے کے حالات پر نظر کر کے مسلمانوں پر واجب تھا کہ وہ دیوانہ وار پھرتے اور تلاش کرتے کہ مسیح اب تک کیوں نہیں کسر صلیب کے لئے آیا۔ ان کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے اپنے جھگڑوں کے لئے بلاتے۔‘‘ (اسلام کی غیرت تھی تو اسلام کے دفاع کے لئے بلاتے۔ مسیح کو تلاش کرتے، نہ کہ اپنے جھگڑوں کو حل کرنے کے لئے۔) فرمایا ’’کیونکہ اس کا کام کسر صلیب ہے اور اسی کی زمانے کو ضرورت ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 396 تا 398۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ ’’دہریت بھی پھیل رہی ہے زیادہ اور میں اس کے ردّ کے لئے بھی آیا ہوں۔‘‘ (ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 28۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپ فرماتے ہیں کہ ’’اسی لئے اس کا نام مسیح موعود ہے۔ اگر مُلّانوں کو بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہبودی مدّنظر ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے جیسا ہم سے کر رہے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہئے تھا کہ انہوں نے ہمارے خلاف فتوی لکھ کر کیا بنا لیا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے کہا کہ ہو جائے اسے کون کہہ سکتا ہے کہ نہ ہو۔‘‘ (فتوی لکھا تو اس کا کیا فائدہ ہوا۔ جماعت تو اسی طرح ترقی کر رہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔)

آپ فرماتے ہیں ’’یہ لوگ جو ہمارے مخالف ہیں یہ بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کہ کسی نہ کسی رنگ میں ہماری بات مشرق و مغرب تک پہنچا دیتے ہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 398۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جو مخالفت کر رہے ہیں وہ بھی حقیقت میں مخالفت کے ذریعہ سے ہی احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس طرح بھی لوگوں کو توجہ پیدا ہوتی ہے۔ بہت سارے لوگ خط لکھتے ہیں اور رابطہ کرتے ہیں کہ فلاں مولوی کی مخالفت کی وجہ سے یا فلاں جگہ آپ کے خلاف باتیں ہو رہی تھیں۔ ان کی وجہ سے ہمیں تجسّس پیدا ہوا تو ہم نے تحقیق کرنی شروع کی۔ اور اب تو انٹرنیٹ کے ذریعہ سے ہر جگہ جماعتی لٹریچر بھی میسر ہے اور بہت ساری باتیں مل جاتی ہیں۔ موازنہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تو تحقیق کر کے اب ہم جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تو مولویوں کا، مخالفین کا یہ ذریعہ بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ بن رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ 23/ مارچ 2018ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

بقیہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی مقبول دعائیں...... از صفحہ 8

اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىہُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾

اے میرے رب! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں۔ اور تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔ (النمل:۲۰)

حضرت ایوبؑ کو ایک شدید تر بیماری نے آلیا۔ آپؑ نے اپنی مشکل کشائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور رجوع کیا اور دعا کی:

... اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۸۴﴾

مجھے سخت اذیت پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ (الانبیاء:۸۴)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی تکلیف کو دور فرمایا اور اپنی رحمت سے آپؑ کو اہل و عیال بھی عطا کیے۔

حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے صالح وارث کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور باوجود بڑھاپے کے آپؑ کو حضرت یحیٰؑ عطا کیے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ:

رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔ (آل عمران:۳۹)

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

انبیاء کرام علیہم السلام کی مقبول دعائیں

(سلمانہ مبشر۔سویڈن)

حضرت آدمؑ سے حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہوگئی اور آپ نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر شجرممنوعہ کو چکھ لیا۔ بعد میں ان الفاظ میں آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بخشش طلب کی: رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٚ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۲۴﴾ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (الاعراف: ۲۴) اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور آپؑ پر رجوع برحمت ہوا۔

حضرت نوحؑ کی قوم نے آپؑ کی سخت تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون اور دھتکارا ہوا ہے۔ اس پر آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور دعا کی کہ: فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ﴿۱۱﴾

تب اس نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ میں یقیناً مغلوب ہوں۔ پس میری مدد کر۔ (القمر: ۱۱) اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپؑ کی قوم کو طوفان میں غرق کر دیا جبکہ آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو کشتی میں بچا لیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے صالح وارث کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حضرت اسماعیلؑ سے نوازا۔ آپؑ نے دعا کی کہ:

رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۱﴾ اے میرے رب مجھے صالحین میں سے (وارث) عطا کر۔ (الصّٰفّٰت: ۱۰۱) جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی گریہ وزاری کرتے ہوئے بعض عظیم الشان اور مقبول دعائیں کیں۔ ان مقبول دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ (البقرہ: ۱۲۸)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد اپنے والدین اور تمام مومنین کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ: رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۱﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۲﴾

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے رب اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہو گا۔ (ابراہیم: ۴۱،۴۲)

حضرت لوطؑ کی قوم انتہائی بدکردار اور بے حیا تھی۔ آپؑ نے ان کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلایا اور برے کاموں سے روکا تو قوم نے آپؑ سے بدکلامی کی اور کہا کہ اگر تو سچا ہے تو عذاب لے آ جس پر آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ:

رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۳۱﴾

اے میرے رب! اس فساد کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد کر۔ (العنکبوت: ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپؑ کو ظالم قوم سے نجات عطا کی۔

حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ سے لمبا عرصہ جدائی برداشت کرنا پڑی۔ اس دوران آپؑ نے اپنے درد و غم کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ کے حضور کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور آپ کو حضرت یوسفؑ سے ملا دیا۔ آپؑ نے دعا کی کہ:

اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ کے حضور فریاد کرتا ہوں۔ (یوسف: ۳۱)

حضرت یونسؑ کو مچھلی نے نگل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں اندھیروں میں گرے ہوئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ کو پکارا اور دعا کی کہ:

لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۸﴾

کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ تو پاک ہے۔ یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ (الانبیاء: ۸۸) یہ دعا قبول ہوئی اور مچھلی نے آپؑ کو اگل دیا۔ آپؑ واپس اپنی قوم کے پاس گئے جو کہ ایمان لا چکی تھی۔

حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے مظالم سے تنگ آ کر مدین کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ مدین پہنچ کر انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۵﴾

اے میرے رب! یقیناً میں ہر اچھی چیز کے لئے جو تو میری طرف نازل کرے ایک فقیر ہوں۔ (القصص: ۲۵)

اس دعا کی تاثیرات انتہائی عظیم تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام تر نعمتوں کا وارث بنا دیا۔ یہاں تک کہ اپنی سب سے عظیم تر نعمت نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نبوت کے انعام سے سرفراز فرمایا اور آپؑ کو فرعون کے دربار میں تبلیغ کرنے کا حکم دیا تو آپؑ نے فریضہ تبلیغ احسن رنگ میں سرانجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ: قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۶﴾ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿۲۷﴾ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿۲۸﴾ یَفۡقَہُوۡا قَوۡلِیۡ ﴿۲۹﴾

اس نے کہا اے میرے رب! میرا سینہ میرے لئے کشادہ کر دے۔ اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔ (طٰہٰ: ۲۶،۲۷،۲۸،۲۹)

جب حضرت موسیٰؑ نے اپنے ساتھ ستر ایمان لانے والوں کو لے کر کوہ طور میں پناہ لی تو شدید زلزلہ آ گیا۔ آپؑ کو لگا کہ یہ قوم کے شرک کی سزا ہے۔ اس موقع پر آپؑ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کی: اَنۡتَ وَلِیُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡغٰفِرِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾

تو ہی ہمارا ولی ہے پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ (الاعراف: ۱۵۶)

حضرت داؤدؑ جب جالوت کے لشکر سے مقابلہ کے لئے نکلے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے صبر اور ثبات قدم کی دعا کی اور کافر قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ آپؑ نے دعا کی کہ:

رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۵۱﴾

اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔ (البقرہ: ۲۵۱)

حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا۔ علاوہ روحانی نعمتوں کے آپؑ کو ایک ایسی سلطنت عطا کی تھی جو کہ بہت عظیم الشان تھی اور اس کے امور انتہائی خوش اسلوبی سے طے پاتے تھے۔ یہ نعمتیں آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی نہ تھیں۔ آپؑ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں: رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ

بقیہ صفحہ 7 پر

22 اگست 2020		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	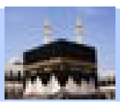	04:42	18:45
مدینہ منورہ	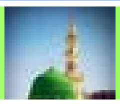	04:38	18:49
قادیان	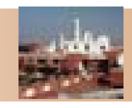	04:31	19:04
ربوہ	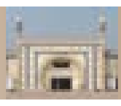	04:11	18:44
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:31	20:10